اور میڈیا' اسلام اور پاکستان کے خلاف جو بھی بات ملے وہ اسے Exploite کرتے ہیں۔ اور پروپیگنڈہ اس حد تک کرتے ہیں کہ دنیا اس کو حقیقت سمجھنے لگتی ہے۔ یہی میڈیا ہی ہے جس نے اسلام کو قدیم اور دقیانوسی قسم کا دین ثابت کرنے میں پورا زور صرف کیا ہے۔ ثقافتی محاذ پر مسلمانوں کے نئے پود کو خراب کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال میں لایا جارہا ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کو اس کے عقائد کے خلاف ہمیشہ اکساتی ہے۔ خلیج کے ممالک ہوں یا پاکستان، جنس زدہ ہندی اور انگریزی فلمیں ہر جگہ دستیاب ہیں۔ جن میں حیا سوزی کے ساتھ اسلامی اقدار پر کاری ضرب لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ کبھی کسی ملعون کردار سے کام لے کر یہ اسلامی اقدار کو کھوکھلا ثابت کرنے پر جان کی بازی لگاتے ہیں۔

ان حالات میں بھی مسلمان حکمران اس یلغار کو روکنے یا اس کے اثرات کو زائل کرنے میں سنجیدہ نظر نہیں آتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام O.I.C جیسے پلیٹ فارم کے ذریعے بحیثیت مجموعی اس یلغار سے محفوظ رہنے کی تدبیر کرے۔ مسلمانوں کے مذہبی، اخلاقی رجحانات اور سوچ و فکر پر کسی حد تک اس یلغار کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس طوفان بد تمیزی میں ہماری نوجوان نسل روایتی مذہبی اور ثقافتی ورثے کو کھو رہی ہے۔ اگر آج اس کی پیش بندی نہ کی جائے تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ کافر قوتیں جو کبھی مسلمانوں کو میدان جنگ میں شکست نہ دے سکیں' اس دور ابتلاء میں مسلمانوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر دے گا۔ واللہ المستعان

☆☆☆☆☆

توکل علی اللہ

اللہ پاک پر توکل کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ بندے کا اپنے دنیاوی حاجات اور فوائد کے حصول اور دنیاوی تکالیف اور مشکلات کے حل میں اللہ پر بھروسہ۔

۲۔ اللہ تعالی کے پسندیدہ امور جیسے ایمان، یقین، جہاد اور تبلیغ جیسے معاملات میں اللہ پر توکل۔

ان دونوں اقسام کے مابین نمایاں فرق اور واضح حد فاصل ہے جو کسی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں رہ سکتا۔

جب بندہ دوسری قسم میں اللہ پر کامل توکل کا حق ادا کرے تو اللہ پاک پہلی قسم میں اس کے لئے بالکل کافی ہو جاتا ہے۔

اور جب بندہ قسم اول میں اللہ پر توکل کرے قسم ثانی میں نہ کرے تب بھی اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، لیکن اسے قسم ثانی کے ثمرات حاصل نہیں ہو سکتے۔

پس عظیم ترین توکل یہ ہے کہ ہدایت، توحید خالص، اتباع رسول اللہ ﷺ اور باطل پرستوں سے جہاد میں اللہ پر کامل بھروسہ کیا جائے۔ یہی انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے خاص پیروکاروں کا توکل ہے (امام ابن القیم رحمہ اللہ)

حضرت عثمان غنی رضی الله عنه وأرضاه

رضوان اللہ خپلوی

ذرہ بے مقدور کی کیا حیثیت کہ اس صحابی رسول ﷺ کی مدح سرائی میں خامہ فرسائی کر سکے جس کے بارے میں رسول رحمت ﷺ نے فرمایا تھا: "میں اس سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں"۔

شخصیت عثمانی:

عثمان بن عفان بن أبی العاص بن امیة بن عبدالشمس پدری اور مادری دونوں لحاظ سے عبدالشمس کے بعد عبد مناف پر رسول برحق ﷺ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔

آپکی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عمرو اور لقب ذوالنورین تھا۔ والدہ اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس ہے۔ آپ کی والدہ کو قبة الدیباج یعنی "ریشمی گنبد" کہا جاتا تھا۔ جو کہ ان کی خوش پوشی اور پردہ داری پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت عثمان کی نانی ام الحکم بیضاء بنت عبدالمطلب نبی کریم ﷺ کی سگی پھوپھی (عبداللہ بن عبدالمطلب کی حقیقی بہن) تھی۔

قبولیت اسلام:

اس بات پر تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ آپؓ السابقون الأولون میں سے تھے۔ ان کی ایک روایت کے مطابق قبولیت اسلام میں آپ چوتھے نمبر پر تھے (کنز العمال ۲۲/۱۵) یہ غالباً آزاد بالغ مردوں میں سے مراد ہے۔ آپؓ کی قبولیت اسلام سے متعلق متعدد روایات ہیں:

(۱) بعثت نبوی کے وقت وہ شام میں تھے۔ وہیں ایک خواب نے ان کی کایا پلٹ دی۔ جب مکہ واپس آئے تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ جگری دوست ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔

(۲) آپ ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ خود ہی آپؓ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا "میں مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں" تو فوراً کلمہ شہادت آپ کی زبان

مبارک پر جاری ہو گیا۔

(۳) حضرت زبیر بن العوامؓ کے بعد حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما دونوں مجلس نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور آپ ﷺ کی تبلیغ پر دونوں فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

آپ کی قبولیت اسلام پر ماں روٹھ کر اپنے بھائی کے ہاں چلی گئی بعد میں ناامید ہو کر ایک سال بعد خود لوٹ آئی۔ اور آپ کے چچا الحکم آپ کو رسی سے باندھ کر مارتے رہے۔ بعد میں آپ کی استقامت دیکھ کر ایذا رسانی بند کر دی۔

نکاح ، ہجرت ، غزوہ بدر:

رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ۔ رقیہؓ عتبہ بن ابی لہب کے عقد میں تھی، اسلام دشمنی میں آ کر اپنے باپ کے حکم پر اس نے طلاق دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرا دیا۔ ان سے عبداللہ نامی لڑکا ہوا۔ اسی کی نسبت سے آپ ابو عبداللہ کہلائے۔ حضرت عثمانؓ اپنی اہلیہ رقیہؓ کو لے کر مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے وہاں سے قریش کی قبولیت اسلام کی افواہ سن کر واپس لوٹے اور یہیں رہنے لگے۔

پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی۔ رمضان ۲ھ میں رقیہؓ بیمار تھیں اس لئے بحکم نبوی وہ غزوہ بدر میں جسمانی طور پر شریک نہ ہو سکے۔ لیکن سپہ سالار اعظم ﷺ نے انہیں اجر میں شرکت کی بشارت دی اور مال غنیمت میں سے مجاہد کا حصہ عطا کر کے بدری ہونے کی فضیلت ظاہر فرمائی۔ زید بن حارثہؓ جس دم مدینہ منورہ میں فتح عظیم کی بشارت کا اعلان کر رہے تھے، اسی دوران رقیہؓ وفات پا گئیں۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی ام کلثومؓ بھی آپ کے حبالہ عقد میں دے دی۔ اس دہری دامادی کی نسبت سے آپ "ذوالنورین" کہلاتے ہیں۔ اس طرح آپ تاریخ انسانی کی وہ واحد شخصیت ہیں جسے کسی نبی نے دو بیٹیاں دیں۔ بلکہ مزید امکان ہوتا تو نکاح میں دینے کی خواہش ظاہر کی۔

غزوہ احد:

شوال ۳ھ میں آپؓ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ لیکن جبل رماۃ خالی ہونے پر جب جنگ کا پانسہ الٹا اور دشمنوں نے شہادت نبوی کی افواہ اڑائی تو صحابہ کرام کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے وہ آپ پر جان نچھاور کرتے رہے، انہیں اس وقت اس افواہ کا پتہ ہی نہ چلا۔ باقی ماندہ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ جب آپ ﷺ دنیا میں نہ رہے تو محبوب کے بغیر جینے کا کیا مزا؟ وہ بے خود ہو کر میدان کارزار میں کود پڑے۔ بعض کے اوسان خطا ہو گئے اور افراتفری میں جس طرف رخ تھا اسی طرف نکل پڑے۔ حضرت عثمانؓ اسی تیسرے گروہ

میں شامل تھے۔بعد میں جب اس افواہ کے غلط ہونے کی اطلاع ملی تو ان کی جان میں جان آئی اور انہوں نے توبہ کیا۔

اللہ تعالی نے ان کا توبہ نہ صرف قبول فرمایابلکہ قرآن عظیم میں قیامت تک کے لئے اس قبولیت کو زندہ جاوید رکھا۔﴿ولقد عفا الله عنهم إن الله غفور حليم٥﴾(آل عمران ۱۵۵/)

بیعت رضوان:

حضرت ذوالنورین ذوالقعدہ ۶ھ میں ۱۴۰۰ جلیل القدر صحابہ کرام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔حدیبیہ کے مقام سے آپ ﷺ نے قریش پر حضرت عثمانؓ کے دیرینہ احسانات کے پیش نظر ذوالنورینؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر مکہ بھیجا۔اس دوران ان کے قتل کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے انتقاماً جنگ کے لئے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی،امام الأنبیاء ﷺ نے خود حضرت عثمانؓ کا قائم مقام بن کر ان کی طرف سے بیعت کی۔اس بیعت پر اللہ تعالی نے بالفاظ ﴿لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة ﴾ (الفتح ۱۸) اپنی رضامندی کی بشارت نازل فرمائی۔

حاسدین کے اعتراضات:

قرآن پاک اور حدیث شریف کے ساتھ امت اسلامیہ کی والہانہ عقیدت کو توڑنے کے لئے اعداء اسلام نے جو سازشیں کیں،ان میں سے ایک خطرناک سازش کتاب وسنت کے امانت داروں اور اسلام کے اولین جاں نثاروں پر طعن و تشنیع کی شکل میں ابھری۔اس سازش کا بانی ابن سبا تھا جس نے "عداوت اصحاب کرام" کے مکروہ چہرے پر "محبت اہل بیت" کا حسین نقاب چڑھا کر سادہ لوح نو مسلموں کو دام تزویر میں پھنسایا۔جس کے اثرات عصر صحابہ ہی سے ظاہر ہونے لگے اور خود عثمان غنیؓ نے اسی سبائی ٹولے کے ہاتھوں شہادت پائی۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ (اسی سازش کا شکار) ایک آدمی حج کے لئے آیا،اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہامیں تجھ کو بیت اللہ کی حرمت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں سچ سچ بیان کرو:

(۱) کیا تجھے معلوم ہے کہ عثمانؓ غزوہ احد کے دن بھاگ گیا تھا؟

(۲) کیا تو جانتا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا؟

(۳) تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ بیعت رضوان میں شامل نہیں تھا؟

جب ابن عمرؓ نے ان باتوں کی تصدیق کی تو اس شخص نے خوشی سے "نعرہ تکبیر" بلند کیا۔اس پر آپؓ نے اس حاسد کو علمی و تاریخی حقائق کی روشنی میں ان اعتراضات کی صحیح صورت حال سمجھائی اور کہا کہ اب تم ان حقائق کو

لے کر جاؤ اور اپنے معاشرے میں پھیلاؤ۔(صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث ٤٠٦٦ مع الفتح ٤٢١/٧)

سیدھے سادھے مخلص لوگوں کے شبہات تو قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کے مرتبہ و مقام اور اس سے مطابقت رکھنے والے تاریخی حوالہ جات سے دور ہو جاتے ہیں اور ابلیس کے چیلے ان کے دلوں میں بغض صحابہؓ کو پروان چڑھانے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔

(اس مقصد کے لئے قاضی ابن العربی کی "العواصم من القواصم" کا مطالعہ مفید رہے گا)۔

لیکن جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ اس زمانے سے آج تک صحابہ کرامؓ سے متعلق اپنی من پسند روایات کی تلاش میں تاریخ کے اوراق کھنگالتے رہے ہیں۔ یہ فن تاریخ کی بدقسمتی ہے کہ ان روایات کو پھیلانے میں ہر قسم کے سادہ و پیچیدہ، خیر اندیش وبد اندیش، اور مفاد پرست و موقع شناس لوگوں نے برابر کردار ادا کیا ہے اور تاریخ تصنیف کرنے والوں نے بھی حکمرانوں کے سیاسی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے چڑھتے سورج کے پجاری کا کردار ادا کیا ہے۔ یا کم از کم ان میں سے جلیل القدر اہل علم نے بے احتیاطی سے ہر قسم کا رطب ویابس جمع کر دیا ہے۔

فیاضی عثمان غنیؓ:

آپ کو دین اسلام سے بے حد انس تھا۔ اس لئے آپ نے مال و جان اسلام کی اشاعت پر صرف کئے۔ اسلام کے لئے مال و دولت کی ضرورت ہوئی تو آپ نے قربانی دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

ان میں سے چند واقعات درج ذیل ہیں :

☆ بئر رومہ :

شروع میں مدینہ کے قریب میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا۔ جس کا مالک ایک یہودی تھا۔ جو بڑا سنگ دل اور لالچی آدمی تھا۔ یوں تو سارے لوگ اس سے تنگ تھے ،لیکن مسلمانوں پر وہ خصوصا زیادتی کرتا تھا۔ یہ حالت رسول اللہ ﷺ سے دیکھی نہ گئی۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا: "جو شخص یہودی سے یہ کنواں خرید کر وقف کرے، اللہ اسے جنت عطا کرے گا"۔ یہ الفاظ سن کر حضرت عثمانؓ نے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دی۔

☆ توسیع مسجد نبوی:

دعوت توحید و سنت کی کامیابی اور ہجرت کے نتیجے میں مدینہ طیبہ میں صحابہ کرامؓ کی تعداد میں روز بروز اضافہ

ہوتا رہا، اور مسجد نبوی تنگی داماں پر شکوہ کناں ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا "جو شخص ساتھ والی زمین خرید کر مسجد کی توسیع کے لئے فراہم کرے، اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔" تو حضرت عثمان نے وہ جگہ خرید کر وقف کردی۔(ترمذی ٥٨٦/٥ و حسنه)

☆ غزوہ تبوک:

غزوہ تبوک کے موقع پر آدھے لشکر کو سامان حرب سے لیس کیا اس کے علاوہ ستر گھوڑے، ایک ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر آٹھ مرتبہ جنت کی بشارت دی۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

☆ قحط کے وقت فیاضی:

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں مدینہ میں قحط پڑا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ جب حضرت عثمانؓ کا تجارتی قافلہ پہنچا تو تاجر آئے اور اس زرین تجارتی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر قیمت لگائی۔ لیکن آپ نے فرمایا "میں تو کم از کم دس گنا منافع لوں گا"۔ تاجر حیران ہوگئے، پھر آپ نے سارا غلہ مسلمانوں میں مفت بانٹ دیا۔ تب وہ سمجھ گئے کہ وہ یہ سودا کس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔

☆ قرآن پاک سے محبت:

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو مختلف قوموں کے لوگ اپنے اپنے لہجے میں قرآن پڑھنے لگے، اس طرح قراءت کے انداز میں اختلاف کا خطرہ ہونے لگا۔ آپؓ نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے جلیل القدر اصحاب کرام سے مشورہ کرکے صرف قریش کے لہجے میں قرآن مجید کو مرتب کیا۔ اور اسے بلاد اسلامیہ میں پھیلا دیا۔

☆ بحری بیڑا: آپ نے محسوس کیا کہ بحری قوت کے بغیر اسلامی حکومت مضبوط نہیں ہو سکتی۔ آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہہ کر بحریہ کو ترقی دی، تاکہ دشمن کے حملوں کا کامیابی سے جواب دے سکیں۔ اس کے ذریعے ۳۴ھ مطابق 655ء میں رومیوں کے زبردست بحری حملے کو پسپا کر دیا اور بحر روم میں بازنطینی حکومت کی قوت کو کچل کر رکھ دیا۔

☆ فتوحات:

آپ کے دور خلافت میں جہاد فی سبیل اللہ عصر فاروقی کے انداز میں جاری رہا، اور شمالی افریقہ، قبرص، جزیرہ ارواد، جزیرہ رودس، سکندریہ، لیبیا، فارس، طبرستان، خراسان، تیونس، سیستان، اور کرمان فتح ہوئے۔ اس کے علاوہ اندلس، آذربائجان اور آرمینیا پر فوج کشی کی۔

☆ حضرت عثمانؓ کے بارے میں ارشاد نبوی:

رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ تمام امت سے عموماً اور سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خصوصاً شفقت اور محبت رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کو حضرت عثمانؓ سے خاص انس تھا۔ ایک دن آپؐ کاشانہ نبوت پر تشریف فرما تھے۔ زانوئے مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو آپ ویسے ہی بیٹھے رہے۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے تو آپ ویسے ہی بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمانؓ تشریف لائے تو آپ اٹھ بیٹھے اور زانوئے مبارک کو ڈھانپ لیا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا "میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟" (صحیح مسلم ١٥/ ١٦٨)

ایک باطل روایت:

"ایک دفعہ مدینہ میں ایک شخص مر گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ جنازہ پڑھنے تشریف لائیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ صحابہ کرام نے بتایا "فلان بن فلان" کا، آپ ﷺ نے فرمایا "اس کا جنازہ اٹھالو" صحابہ کرامؓ نے تعجب سے پوچھا "ہم نے آج تک آپ کو کسی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ میرے عثمانؓ کو برا کہتا تھا، لہٰذا اللہ پاک اس سے بغض رکھتا ہے"۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے (٥/ ٥٨٨) میں روایت کر کے ضعیف جداً کہا ہے۔ اس کی سند میں محمد بن زیاد الیشکری الکوفی ہے جسے محدثین نے کذاب کہا ہے۔ (تقریب التہذیب ٤٧٩)

لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی حضرت عثمان یا کسی اور جلیل القدر صحابی سے بغض رکھنے والا نہ تھا۔ بلکہ وہ سب ﴿أشداء علی الکفار رحماء بینهم﴾ (الفتح ٢٩) کے پیکر تھے۔ اصحاب کرامؓ سے بغض وعداوت تو دور نبوت کے بعد رونما ہونے والے فتنوں کا شاخسانہ تھا۔ اور یہ فتنے مختلف دلفریب ناموں سے آج تک جاری ہیں۔ ہاں اگر مذکورہ روایت صحیح سند سے ثابت ہوتی، تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ کوئی منافق تھا۔ اس لئے

رسول پاک ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔ اور یقیناً منافق رسول اللہ ﷺ اور آپ کے محبوب ساتھیوں سے بغض رکھتے تھے۔ اور جب ان سے کہا جاتا کہ صحابہ کرامؓ کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو بیوقوف ہیں، ہم ان کے نقش قدم پر نہیں چل سکتے۔ ﴿**واذا قیل لهم امنوا کما امن الناس قالوا أنؤمن کما امن السفهاء ألا إنهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون**o﴾ (البقرہ ۱۳) ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح عام لوگ (صحابہؓ) ایمان لا چکے ہیں، تو وہ کہتے ہیں: '' کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لا چکے ہیں؟'' خبردار! دراصل یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن انہیں پتہ ہی نہیں''۔

اللہ پاک نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار صداقت اور ہدایت کا ضامن قرار دیتے ہوئے فرمایا ﴿**فإن امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فإنما هم فی شقاق فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم**o﴾ (البقرہ ۱۳۷) ''اگر یہ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم صحابہؓ نے ایمان لایا تو یقیناً یہ بھی ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اور اگر (تمہارے نقش قدم پر چلنے سے) منہ پھیریں تو یقیناً یہ حق کی مخالفت پر جمے ہوئے ہیں۔ پس عنقریب اللہ پاک ان کے مقابلے میں آپ کے لئے کارساز کافی ہوگا۔ اور وہ سننے والا، جاننے والا ہے''۔

☆ پیکر صبر:

آپؓ کے دور خلافت کے آخری سالوں میں شرپسندوں نے فساد پھیلایا۔ ان کا سربراہ عبداللہ ابن سبا تھا۔ یہ لوگ دوران حج اچانک مدینہ پہنچ گئے۔ ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔ ان لوگوں نے آپ کو اپنے گھر میں نظر بند کر دیا۔ وہ کنواں جسے آپؓ نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا تھا، اس کا پانی آپ کے لئے بند کر دیا۔ جس مسجد نبوی کی توسیع کے لئے گرانقدر مالی قربانی دی تھی، اس میں نماز پڑھنے کا موقع نہ دیا۔ اور کھانے پینے کی ہر چیز کی سپلائی بند کر کے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کر دیا۔ لیکن آپؓ اس ناجائز مطالبے کو کسی صورت بھی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کو یہی خصوصی نصیحت تھی۔ (ترمذی ۵/۵۸۷ وحسنہ) اور مظلومیت کی حالت میں شہادت پانے کی بشارت بھی عطا فرمائی تھی (بخاری ۷/۶۵، مسلم ۱۵/۱۷۰)

آپ چالیس روز تک محصور رہے۔ اور جب گھر میں موجود ذخیرہ ختم ہوا تو بن کھائے پیئے روزہ رکھا۔ شاید یہ تاریخ انسانی کا پہلا واقعہ ہے کہ اختیارات کے ہوتے ہوئے، ہزاروں جاں نثاروں کی موجودگی کے باوجود آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے کسی مسلمان کا خون بہانا گوارا نہ کیا۔ اور آخر کار قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ کو شہید